وقار عمل سے تکمیل پانے والی احمدیہ بیت الذکر گلاسکو کا افتتاح۔ جماعت احمدیہ فیض رساں جماعت ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۸/اپریل ۱۹۸۸ء بمقام بیت الرحمٰن گلاسکو سکاٹ لینڈ)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت بعد حضور نے فرمایا:

گلاسکو کی یہ مسجد جسے اس سے پہلے ایک ہال خرید کر بعد میں مسجد کی صورت میں تبدیل کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کے وقار عمل اور جماعت احمدیہ کے افراد میں جو خدا تعالیٰ نے خدمت دین کی روح بخشی ہے اس کا ایک نشان ہے۔ صرف یہی مسجد نہیں بلکہ اس کے ساتھ کے ملحقہ جتنے کمرے یا عمارت کے دیگر حصے ہیں آپ سب لوگ جانتے ہیں کہ ان کی حالت اس سے پہلے بہت بوسیدہ تھی کیونکہ اس عمارت کو ایک ایسی بیماری نے گھن کی طرح کھانا شروع کیا تھا جو ایک خاص قسم کا گھن ہے اور وہ ایسا خطرناک اور شدید ہے کہ صرف لکڑی ہی کو نہیں کھاتا بلکہ اینٹ، پتھر اور سیمنٹ اور مٹی ہر قسم کی چیزوں کو کھاتا ہے اور اس کا سوائے اس کے کوئی علاج نہیں کہ ان تمام بیمار حصوں کو جس طرح کینسر ہوتا ہے جس کو نکال کر باہر پھینکا جاتا ہے، اس کو باہر پھینکا جائے۔

اس غرض سے جب ہم نے تخمینے لئے تو معلوم ہوا کہ صرف صفائی اور اس گھن کے ایسے علاج کے لئے کہ آئندہ اس کے لگنے کا خطرہ نہ رہے ۸۰ ہزار پاؤنڈ درکار ہیں اور بوسیدہ عمارت کے حصوں کو جب نکال کے باہر پھینکنا تھا تو جو رہائشی حصہ ہے وہ بالکل خالی ہو جاتا اور از سرنو وہاں تعمیر کرنا پڑنا تھا۔ چنانچہ اس کے اوپر ان کے خرچ کا اندازہ اتنا تھا کہ کل رقم تقریباً دو لاکھ چالیس ہزار کے لگ

بھگ بنتی تھی۔ اس کے علاوہ ہم نے یہاں ایک بیرونی حصے کے اضافے کا فیصلہ کیا تاکہ جماعت جب بڑھے گی پھیلے گی اللہ کے فضل کے ساتھ تو ضروریات بھی بڑھیں گی ان کو الگ ایک اجتماعی باورچی خانے کی ضرورت پڑے گی اور اسی طرح بعض ایسی ضرورتیں ہیں سامان اکٹھا رکھنا وغیرہ اس کے لئے بھی جگہ کی ضرورت تھی۔ تو یہ اضافہ تقریباً جو عام اندازہ ہے باہر کا اس کے لحاظ سے کل پچیس ہزار پاؤنڈ کا اضافہ بنتا ہے۔ تو گویا کل رقم جو جماعت کو درکار تھی وہ دولاکھ پینسٹھ ہزار کے قریب بنتی ہے۔ پھر اس کے اوپر Furnishing ہے قالین وغیرہ لینے ہیں دوسرے عمارت کے سامان تو کم وبیش یہ دولاکھ اسی ہزار (۲،۸۰،۰۰۰) سے کچھ اوپر رقم بن جاتی تھی جس کی جماعت کے پاس اس وقت ہرگز استطاعت نہیں تھی۔ چنانچہ مجھے خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اصل جماعت کی طاقت تو خدمت دین کے جذبے میں ہے، اس روح میں ہے جو جماعت کی زندگی کا نشان بنی ہوئی ہے۔ اس لئے تحریک کی جائے اور شمالی جماعتوں کے خدام، انصار، بچوں سے کہا جائے کہ وہ خود آکر اس گند کو صاف کریں اور ہم ضروری دوائیاں لے لیں اور جو بھی طریق کار ہے وہ سمجھ لیں۔ چنانچہ اس طرز کے لئے عبدالرشید صاحب آرکیٹیکٹ کو میں نے مقرر کیا۔ چنانچہ انہوں نے جائزہ لینے کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے جب کام شروع کرایا تو بہت ہی زیادہ گند نکلا ہے۔ اتنا کہ بعض خدام اور بعض انصار بھی بیمار پڑ گئے۔ نہایت خطرناک بدبو اور تعفن تھا جسے صاف کرنا پڑا اور تخمینے سے بہت زیادہ لاریاں بھر بھر کے یہاں سے باہر بھیجنی پڑیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا ہر قسم کی احتیاطیں برتی گئیں۔ جتنا ایک کمپنی نے تخمینہ لگایا تھا اس سے کچھ بڑھ کر کام نکلا اور کچھ اور حصے بھی عمارت کے تلف کرنے پڑے اور ان سب کے بعد پھر از سر نو ہمارے ربوہ سے آئے ہوئے دو بہت ہی عمدہ کام کرنے والے واقفین زندگی نے آکر تعمیری کام شروع کیا۔ انہوں نے مستقل تو زندگی وقف نہیں کی ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے احسان اور عزیز دونوں ہی وقف کی روح کے ساتھ یہاں تشریف لائے تھے اور ان پر کھول دیا گیا تھا کہ آپ کوئی عام مزدوری کرنے والے لوگ نہیں ہیں۔ اس غرض سے آرہے ہیں کہ خدمت دین کرنی ہے جتنی بھی خدا توفیق عطا فرمائے۔ چنانچہ انہوں نے اگرچہ شروع میں چھ مہینے سال کا خیال تھا لیکن انہوں نے ہرگز واپسی کا نہ صرف مطالبہ نہیں کیا بلکہ مسلسل مجھے یاددہانی کراتے رہے کہ وقف کی روح کے ساتھ آئے ہیں جب تک خدمت کی ضرورت ہے وہ

یہیں رہیں گے ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کو موقع ملتا رہا اور ان کے ساتھ خدام نے جو محنت کی ہے وہ ایک لمبی داستان ہے ۔ جنہوں نے دیکھا ہے اور مجھے تاثر بیان کئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حیرت ہوتی تھی کس طرح یہ لوگ کام کر رہے ہیں ۔ بہت ہی غیر معمولی ہمت اور استقلال کے ساتھ پینٹنگ بھی پھر سب خود کی اور آج یہ عمارت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک بالکل نئی شکل میں ، ایک انفرادی شکل میں ہمارے سامنے ظاہر ہوئی ہے اور پہچانا نہیں جاتا کہ یہ وہی عمارت ہے ۔ اوپر میرے لئے جہاں رہائش کا انتظام ہے ، بیوی بھی کہہ رہی تھیں جو میرے ساتھ آئی تھیں پچھلی دفعہ بھی کہ یہ وہی عمارت ہے جس میں ہم پہلے آئے تھے ، کوئی نسبت نہیں ۔ وہ تو ماحول ہی بڑھا گھٹا ہوا سا اور بد بو اس وقت بھی تھی لیکن بعد میں جب اکھیڑا گیا گندے حصے کو تو بتایا گیا ہے کہ سخت تعفن پھیل گیا ہے سارے ۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے ان سب کو توفیق بخشی اور بہت ہی ایک یادگار خدمت دین کی توفیق عطا فرمائی ۔ چنانچہ اگر چہ اس عمارت کا افتتاح رسمی طور پر اس سے بہت پہلے ہو چکا ہے لیکن اس خدمت کو خراج تحسین دینے کے لئے میں نے خود اس خواہش کا اظہار کیا کہ اس نئی عمارت کا از سر نو افتتاح کیا جائے اور وہ سب خدام اور انصار اور بچے جنہوں نے محنت کی ہے ان کے ساتھ اکٹھی تصویر کھنچوائی جائے جسے یہاں آویزاں کیا جائے ۔

اس کے ساتھ ہی مجھے ان امور پر غور کرتے ہوئے ایک اور بھی خیال آیا کہ ہم جو صد سالہ جشن منا رہے ہیں اس میں **ایک بہت اہم جماعت کے امتیازی نشانوں میں سے ایک ایسی چیز ہے جسے پیش کرنا چاہئے اور وہ وقار عمل ہے** ۔ آج ساری دنیا میں کسی مذہبی یا سیاسی جماعت کو خدا نے یہ توفیق نہیں بخشی کہ گزشتہ پچاس سال سے زائد عرصہ سے کوئی اس طرح لگن کے ساتھ مسلسل وقار عمل کے ذریعے اپنے کام خود کرتی ہو اور نہ صرف اپنے کام بلکہ دوسروں کے کام بھی کرتی ہو ۔ بازاروں کو صاف کرنا ، گندے گڑھوں کو دور کرنا اور کئی قسم کے ایسے کام ہیں جو شہری اور دیہاتی ضروریات کے کام ہیں ۔ پاکستان اور ہندوستان میں بھی جماعت نے اس سلسلے میں عظیم الشان خدمات سر انجام دی ہوئی ہیں ۔ پھر سیلابوں کے دنوں میں سخت عذاب کی صورت پیدا ہو جاتی ہے بعض دفعہ ۔ چنانچہ لاہور میں ایک دفعہ اتنے بڑے سیلاب آئے ، اتنی بارشیں ہوئیں کہ بعض غرباء کی بستیوں کی بستیاں بالکل تباہ ہو گئیں اور کوئی ان کے سر چھپانے کی جگہ نہیں تھی ۔ نہ حکومت کی طرف سے انتظام تھا نہ ارد گرد کسی اور کی طرف سے ہمدردی کا اظہار تھا اور ساتھ ہی اس علاقے میں جماعت اسلامی کا مرکز تھا ۔ وہ صرف نفرت کی تعلیم دینے کے لئے ان

غریبوں کے پاس تو پہنچا کرتے تھے، ہنگاموں کے لئے ان کو اکسانے کی خاطر تو ان کو تلقین کیا کرتے تھے لیکن جب ضرورت پڑی، جب ان کے سر ننگے ہو گئے اس وقت ان سروں کو ڈھانپنے کے لئے وہاں کوئی نہیں پہنچا۔ چنانچہ اس وقت مجھے یاد ہے کہ میں قائد خدام الاحمدیہ ربوہ تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے مجھے بلایا اور وہ سارا جو نارمل طریق ہے صدر کی معرفت پہنچنا وہ سب نظر انداز فرما دیا۔ اور مجھے کہا میں تمہیں خود ہدایت دینا چاہتا ہوں فوری انتظام کرواور اس کام کو بہر حال کرنا ہے اور اس سلسلے میں جو ضرورتیں ہیں براہ راست مجھے بتاؤ، کوئی ضرورت نہیں کسی اور انتظامی رستے کو اختیار کرنے کی۔

اس ضمن میں میں یہ بتادوں کہ جب نیچے سے اوپر چیز حرکت کرتی ہے تو انتظامی رستہ اختیار کرنا ضروری ہوا کرتا ہے۔ اس سے کوئی غلط اندازہ نہ نکالے یا غلط نتیجہ نہ نکالے۔ جو اوپر کا افسر ہے اسے حق حاصل ہوتا ہے کہ حسب ضرورت عام حالات کے علاوہ جب استثنائی حالات دیکھے تو درمیانی رستے کو نظر انداز کر دے۔ اس بات کو نہ سمجھنے کے نتیجے میں بسا اوقات انتظامی طور پر اعتراضات میرے سامنے آتے رہتے ہیں کہ فلاں افسر تھا اس نے میرے ماتحت افسر سے براہ راست رابطہ کیا اور مجھے نظر انداز کر دیا۔ اگر تو ایسا کرنے میں کوئی بدنیتی شامل ہو تو یہ جرم بن جاتا ہے، نہایت ہی ناپسندیدہ بات ہے لیکن یہ کہنا کہ افسر بالا کو اختیار نہیں ہے، یہ غلط بات ہے۔ اس لئے یہ دیکھنا میرا فرض ہوتا ہے ایسے موقع پر کہ اس میں کوئی بدنیتی یا شرارت یا کسی کو نیچا دکھانا تو مراد نہیں تھی اور اگر یہ بات ثابت نہ ہو بلکہ معلوم ہو کہ واقعۃً ضرورت تھی تو پھر ہرگز ایسے افسر پر کوئی اعتراض نہیں۔

چنانچہ اسی بنیادی اصول کو حضرت مصلح موعودؓ سب سے بہتر سمجھتے تھے اور ہمیشہ اسی طرح آپ نے عمل فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے آپ نے مجھے اس وقت فوری بلایا اور کہا کہ تم نے تمام راجوں سے جو ربوہ میں راجگیر ہیں ان سے اپیل کرنی ہے کہ اپنے آپ کو غریبوں کے گھر بنانے کے لئے مفت پیش کر دیں اور جب تک جماعت ان کو چاہتی ہے وہ خدمت کریں۔ عموماً خیال تھا کہ ہفتہ کے اندر ہو گا چنانچہ پھر کم وبیش اسی عرصے میں ہی ہمارا کام مکمل ہو گیا تھا اور لاہور کے خدام کو ہدایت کرواور ربوہ کے مزدور طبقہ خدام کو ہدایت کرو کہ وہ جتنے ساتھ جاسکتے ہیں وہاں جائیں اور سامان کی جو قیمت ہے وہ میں مہیا کروں گا لیکن کام سارا تم لوگوں نے خود کرنا ہے اور وہاں جا کے ان کی بستی کو دوبارہ آباد کرنا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کثرت سے لبیک کہا ہمارے راج گیروں نے اور لکڑی

کے کام کرنے والوں نے ، مزدوروں نے ، لاہور کے خدام بڑی کثرت سے آئے اور وہاں اتنی رونق لگ گئی دیکھتے دیکھتے گری ہوئی بستی اٹھ کھڑی ہوئی اور ان لوگوں کے حوصلے بھی ساتھ بلند ہوئے۔ حیران ہو کے آئے کہ کیا ہو رہا ہے ہمارے ساتھ اور کثرت کے ساتھ لوگوں نے کہا کہ اگر اسلام یہ ہے تو پھر واقعۃً یہی اسلام ہے ورنہ وہ اسلامی جماعت ہمارے ساتھ ہی ہے اس میں سے کسی نے جھوٹے منہ بھی نہیں پوچھا کہ تمہارا حال کیا ہے؟ لوگوں گھر برباد کرانے کے لئے ہمارے پاس آتے ہیں مدد کے لئے ، جب ہمارے گھر گرے اور منہدم ہوئے اس وقت ان کو کھڑا کرنے کے لئے کوئی نہیں آیا ان میں سے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کا بہت ہی غیر معمولی طور پر نیک اثر پہنچا۔ اس لئے جماعت کے ہر طبقے میں یہ روح راج گیری کرنے والوں میں اور تر کھانوں میں اور ہر قسم کے طبقے میں جب وقار عمل کے نام پر اپیل کی جاتی ہے تو سارے اپنے پیشوں کے فرق کو، اپنی ضرویات کو، سب کچھ بھلا دیتے ہیں اور فن کی قیمت نہیں مانگتے بلکہ حسب ضرورت جوان کی زندگی کے لئے گزر اوقات کا وظیفہ ہے وہ جتنا دے دیں اسی پر راضی ہو جاتے ہیں اور نہ بھی دیں تو کوئی ایسے مواقع بھی ہیں جنہوں نے جیسا کہ میں نے بیان کیا وہاں مفت کام کیا ہے اور صرف روٹی اور کھانا جو سب خدام کو ملتا ہے وہ ساتھ میں ان کو بھی ملتا رہا۔

اس خیال کے ساتھ مجھے خیال آیا کہ یہ تو بہت ہی ایک عظیم الشان امتیازی نشان ہے جسے صد سالہ جوبلی میں پیش کرنا چاہئے۔ چنانچہ اس کے لئے میں نے ہدایت کر دی ہے مرکز میں بھی، قادیان بھی لکھا گیا ہے اور جماعتوں کو بھی کہ جہاں جہاں کوئی نمایاں خدمت خدام الاحمدیہ کے ذریعے یا جماعت کی طرف سے وقار عمل سے کام ہوئے ہیں اگر ان کی تصویریں موجود ہیں تو وہ مہیا کریں تا کہ ہم صد سالہ جوبلی کے تحائف میں ایک یہ تحفہ بھی رکھیں۔ اسی دنیا میں جواربوں کی دنیا ہے اور سارا انحصار حکومتوں پر یا دوسرے ایسے ذرائع پر ہے جہاں پیسہ اور خدمت کہیں اور سے آئے اور کچھ لوگ انحصار کر کے بیٹھے رہیں کہ ہمیں ملے تو ہم کچھ فائدہ اٹھائیں۔ بالکل برعکس ایک رو خدمت دین کی جماعت احمدیہ میں چلی ہے کہ اپنے طور پر خود کفیل بھی ہیں اور حد سے زیادہ محنت کر کے بہت عظیم الشان کام کرتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں جو جماعت کو روپیہ بچتا ہے وہ جب میں آپ سے بیان کروں گا تو آپ حیران ہوں گے کہ کیسے ممکن ہے کہ اتنا زیادہ روپیہ وقار عمل کے ذریعہ بچایا جا سکتا ہے لیکن یہی نہیں بلکہ پھر وہ دوسروں کی خدمت پر بھی تیار ہیں اور جو لوگ وقت آنے پر ان کو گالیاں دیتے

،ان کے گھر منہدم کرنے کی کوشش کرتے جب ان پر مصیبت پڑتی ہے تو پھر یہی وقار عمل کرنے والے آ کر ان کی بھی خدمت کرتے ہیں۔

تو امید ہے یہ تصویریں انشاء اللہ تعالیٰ کچھ اکٹھی ہوں گی۔ مجھے یاد ہے قادیان میں حضرت مصلح موعودؓ جنہوں نے وقار عمل کی نیک رسم جاری کی تھی جماعت میں ان کی تصویریں ہوا کرتی تھیں مجھے اب مہیا کہیں سے کرنی پڑیں گی خدا کرے مل جائیں کہیں نہ کہیں سے کہ خود جو کدال سے مٹی کھود رہے ہیں سڑکوں کی تعمیر کے لئے، سر پر مٹی کی ٹوکری اٹھائے لئے پھر رہے ہیں۔ بڑے، چھوٹے انصار، اطفال سب اس وقت ایک جان ہو کر ایک بدن کی طرح اکٹھے خدمت دین کیا کرتے تھے۔

اب انگلستان میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ روح بڑی تیزی سے زندہ ہو رہی ہے اور بڑے بڑے عجیب اس نے مظاہر دکھائے ہیں۔ چنانچہ اسلام آباد میں جو انقلاب برپا ہوا ہے وہ پہنچانی نہیں جاتی جگہ جو ہم نے خریدی تھی اور وہاں نئی عمارتیں بھی کس شان کی بنی ہیں اس کے حساب آپ دیکھیں تو آپ حیران ہوں گے کہ ان چند پیسوں میں اتنے عظیم الشان کام کیسے ہوئے۔ وہ خدا تعالیٰ نے آپ کے اندر جو ایمانی روح عطا فرمائی ہے آپ کو جو جذبہ عطا کیا ہے خدمت دین کا یہ اسی کا مظہر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ یہاں مثلاً جو خدمت کا موقع ملا ہے خدام اور انصار کو اس کے نتیجہ میں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ساری عمارت کو از سر نو بحال کیا گیا، نئے فلیٹ بنائے گئے، نئی سیڑھیاں، نئی چھتیں، پہلے سب گند نکالے گئے اور جو تخمینہ کم و بیش دو لاکھ اسی ہزار پاؤنڈ کا بنتا تھا اس کی بجائے ستر ہزار پاؤنڈ کے اندر یہ سارے کام مکمل ہو گئے ہیں۔ کچھ شائد قالینوں وغیرہ کا یا Finishing کا کام کرتے وقت ۷۵ بن جائیں لیکن ۸۰ سے اوپر نہیں بڑھتی بات اور ۸۰ کی رقم وہ تھی جو صرف اس گند کو صاف کرنے کے لئے ہمیں جرمانہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ تو اب تو اس عمارت کی قیمت کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ جب ہم نے خریدی تھی تو چالیس کے لگ بھگ قیمت تھی اور غالباً اسی لئے ہمیں سستی دی گئی تھی کہ جو لوگ جانتے تھے عمارت کے حال کو ان کو پتا تھا کہ اس کو تو ایسا کیڑا لگا ہوا ہے کہ یہ سنبھالی نہیں جائے گی عمارت ساری منہدم ہو جائے گی۔ ان کو یہ نہیں پتا تھا کہ خدا تعالیٰ نے ایک کیڑے مار جماعت بھی پیدا کی ہوئی ہے جو ہر قسم کے گند اور ہر قسم کے کیڑوں کا مقابلہ کر کے چیزوں کو حیات نو بخشتی ہے اور یہی وہ بنیادی فرق ہے جو جماعت احمدیہ میں اور دوسری دینی کہلانے والی جماعتوں میں اس وقت نمایاں

ہوتا جا رہا ہے۔ان کی ساری توجہ تخریب کی طرف ہوگئی ہے۔اب آپ نے باہر جو چند آدمی دیکھے ہیں ،ان کے حلیہ بھی آپ نے دیکھا ہے۔کس شکل وصورت کس قماش کے لوگ تھے اور وہ کھڑے ہوئے سوائے اس کے کہ گندے نعرے لگائیں جماعت کے خلاف، کوئی کام نہیں۔ جمعہ بھی اپنا چھوڑ کر بیچارے آئے ہوئے ہیں۔مصیبت میں باہر کھڑے اور یہی ان کی خدمت دین ہے اور اس کے مقابل پر میں دیکھ رہا تھا جماعت کے سارے احمدی دوست جو آتے رہے ہیں بڑے وقار کے ساتھ ایک ذرہ بھی انہوں نے کسی قسم کی کوئی لغزش نہیں تھی ان کے اندر، کوئی غصہ کا ردعمل نہیں تھا اور لاحول پڑھتے ہوں گے دل میں مگر اونچی آواز سے نہیں اور اسی طرح لاحول پڑھتے اور استغفار کرتے ہوئے بڑے باوقار قدموں سے مسجد میں داخل ہو رہے تھے،ایک ذرہ بھی پرواہ نہیں کہ باہر یہ کیا ہو رہا ہے۔

یہ ہے فرق جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی کا ایک نشان ہے۔اس نشان کو ہمیں ہمیشہ زندہ رکھنا پڑے گا۔دن بدن وہ لوگ جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منکر ہیں وہ تخریب کاری کی طرف مائل ہوتے چلے جا رہے ہیں اور بعض جگہ اتنا میلان یہ بڑھ گیا ہے کہ اسلام کو تخریب کاری کا نشان قرار دیا جا رہا ہے دنیا میں۔اتنی بدبختی اور بدنصیبی ہے کہ وہ دین جن کا نام تھا امن دینا اور ساری دنیا کے امن کی خاطر خدا نے قائم فرمایا تھا اس دین کو آج تخریب کاری کا نشان بنایا جا رہا ہے اور یہ سزا ہے اس ایمان کے انکار کی جس کو خدا نے خود مقرر فرمایا تھا۔

ایمان کی حیثیت سر کی ہوا کرتی ہے۔اگر سر کٹ جائے یا سر سے جسم علیحدہ ہو جائے اور اسے قبول نہ کرے تو کچھ دیر جان رہتی ہے،جسم پھڑکتا بھی ہے لیکن اس کی کوئی حیثیت نہیں رہتی اور اگر وہ اعصابی رستے کسی طرح خراب ہو جائیں جن کے ذریعے سر جسم پر حکومت کرتا ہے اس کی نگرانی کرتا ہے اور پیغام پہنچنے بند ہو جائیں تو پھر زندہ بھی بڑی دیر تک رہتا ہے لیکن اس کی اپنی حرکتیں بالکل پاگلوں والی اور بے معنی ہو جاتیں ہیں اور اس کے اندر کوئی نظم وضبط دکھائی نہیں دیتا۔ایسے ہی اوقات میں جب خدا تعالیٰ نے کسی مذہب کو زندہ رکھنا ہو تو نئے سر عطا کیا کرتا ہے اور اسی کا نام الٰہی امامت ہے۔جو سر سے قطع تعلق کر لے یا جس تک پیغام پہنچنے کے ذریعے مسدود ہو جائیں اور جس طرح کہ یہ لوگ آج کل کر رہے ہیں یہی وہ طریق ہے جس کے ذریعے مسدود کئے جاتے ہیں کہ شور مچاتے ہیں کہ کسی طرح جماعت احمدیہ کا پیغام دوسروں تک نہ پہنچے اور اس کے ذریعے سے جسم کو محروم کرنے کے

لئے درمیان میں بعض مفسد داخل ہو جاتے ہیں۔ ان کا کام ہی یہی ہے کہ آواز کو آگے نہ پہنچنے دیا جائے۔ اس ذریعے سے وہ جسم کو خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سر کی برکتوں سے محروم کر دیتے ہیں۔

چنانچہ قرآن کریم سے پتا چلتا ہے کہ ہر نبی کی دفعہ یہی ہوا۔ خود آنحضرت ﷺ کے وقت یہ اعلان کیا کرتے تھے کہ جب آپ تلاوت شروع کریں، قرآن پڑھیں تو شور مچا دیا کرو اور کوشش کرو کہ یہ آواز دوسروں تک نہ پہنچے۔ سچائی کی آواز کا خوف جھوٹ کی علامت ہے اور کبھی بھی آپ دنیا میں یہ نہیں دیکھیں گے کہ سچائی نے شور مچا کر جھوٹ کی آواز دبانے کی کوشش کی ہو۔ ایک بھی واقعہ ساری کائنات میں کبھی نہیں ہوا ہمیشہ جھوٹ ڈرتا ہے، خوف کھاتا ہے، بیچ میں روکیں حائل کرتا ہے اور کسی حد تک بلکہ شروع میں بہت بڑی حد تک اس کو اتنی کامیابی ہو جاتی ہے کہ خدا تعالیٰ کے قائم کردہ امام کی آواز وہ لوگوں تک نہیں پہنچنے دیتے اور اس کی وجہ سے ان کے اوپر جتنی مصیبتیں آتی ہیں ان سب کے ذمہ دار قرار دئے جاتے ہیں۔ بہت ہی بڑی بدبختی ہے کہ انسان کسی کی فلاح کی راہ میں، کسی کی بہبود کے رستے میں کھڑا ہو جائے اور جو اس کا حق ہے بقاء کا وہ اس تک پہنچے نہ دے۔ آج کل جس طرح افریقہ کے بعض ممالک میں جہاں کثرت سے لوگ بھوکے مر رہے ہیں بعض لوگ بین الاقوامی مدد کے اور ان کے درمیان میں حائل ہو رہے ہیں اور یونائیٹڈ نیشنز کی طرف سے جو خوراک پہنچائی جا رہی ہے وہ اسے وہاں پہنچے نہیں دیتے۔ یہ تو جسمانی خوراک ہے لیکن جب روحانی خوراک کے رستے میں اس طرح لوگ روکیں بنتے ہیں تو بہت بڑی تباہی آتی ہے اور اس کے نتیجہ میں پھر جسمانی تکلیفیں بھی بڑھتی ہیں، دنیاوی عذاب بھی ایسی قوموں پر آنے لگتے ہیں۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ امتیاز بخشا ہے بجائے اس کہ آپ تخریب کی طرف مائل ہوں آپ کو خدا نے تعمیری طاقتیں عطا فرمائیں ہیں۔ اس پہلو سے ساری دنیا کے وقار عمل کی جب تصویریں یعنی سب تو نہیں مل سکتیں لیکن نمونہ کی چند تصویریں جب ایک خوبصورت کتابی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کی جائیں گی تو اس وقت دنیا کو دلائل کی رو سے نہیں بلکہ عملی نمونہ کے طور پر معلوم ہو گا کہ جماعت کی روح ہے کیا۔ کوئی جماعت جو کسی ظالم نے خدا پر دروغ کرنے والے نے بنائی ہو اس کے اندر یہ تعمیری صلاحیتیں پیدا ہی نہیں ہوسکتیں۔ سب دنیا تخریبی کاموں میں مصروف ہو رہی ہو اور بڑھ رہی ہو اور ایک جماعت دن بدن تعمیر کی طرف مائل ہو رہی ہو۔ انگلستان میں آپ دیکھ لیں چند سال پہلے تک وقار عمل اگر ہوتا بھی ہو گا تو بہت معمولی ایک آدھ صفائی کہیں کر دی لیکن چند سال

کے اندر جماعت نے جو تعمیری کاموں میں ترقی کی ہے وہ حیرت انگیز ہے اور وہ نوجوان جن کے متعلق لوگ سمجھتے تھے کہ بدتہذیب کے زیر اثر آ کر جماعت سے آنکھیں پھیر رہے ہیں یا رنگ بدل رہے ہیں ان کے رنگ اور رنگ میں بدلنے شروع ہوئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور بہت ہی حیرت انگیز خدمت کرنے والے نوجوان اسی انگلستان کی جماعت سے پیدا ہوئے۔

پھر میں ابھی جرمنی کا دورہ کر کے آیا ہوں۔ وہاں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت ہی کثرت کے ساتھ خدمت دین کرنے والے پیدا ہو رہے ہیں اور دن بدن آگے بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ بہت سے ایسے چہرے میں نے وہاں دیکھے جو پاکستان میں اتنے زیادہ خدمت دین کے کاموں میں دکھائی نہیں دیتے تھے۔ بہت سے چہرے بالکل ہی اجنبی نظر آئے جو نہ وہاں خدام الاحمدیہ میں کبھی دکھائی دئے، نہ وقف جدید کے دوروں کے سلسلے میں کبھی دیکھا اور کثرت سے میں پاکستان پھر چکا ہوں، اکثر احمدی دیہات میں پہنچا ہوں۔ اس لئے بعض دفعہ تعجب سے میں کہتا تھا کہ آپ واقعی احمدی ہیں۔ وہ کہتے جی ہاں! ہم احمدی ہیں فلاں کے بیٹے، فلاں کے بیٹے۔ پھر میں ان کو پوچھتا تھا کہ اچھا پھر آپ کبھی پہلے نظر نہیں آئے۔ تو پتا لگا کہ ان کے اندر جو روحانی تبدیلی ہوئی ہے ہجرت کے ساتھ ہوئی ہے اور اس نئے دور میں ان کے چہرے ان کے رنگ ڈھنگ ہی بالکل بدل گئے ہیں۔

چنانچہ ہمارے جلسے سے پہلے مسلسل بارش تھی، سردی تھی اس علاقے میں چونکہ گھاس کم ہے اس لئے کیچڑ بہت تھا اور ہزارہا آدمیوں کے لئے انہیں انتظام کرنا تھا۔ فرینکفرٹ جیسی جگہ میں جہاں تین ہزار سے زائد مہمان متوقع ہوں بلکہ کل تو چار ہزار سے بھی زائد تھے شامل ہونے والے جلسے میں۔ وہاں سب کا انتظام کرنا اور پھر خالی جگہ میں مارکیز لگا کر اس کے نیچے پھٹے بچھانا دوسرے کئی قسم کے ایسے کام کرنا تا کہ مہمانوں کو اور جلسہ میں بیٹھنے والوں کو تکلیف نہ ہو۔ بہت ہی بڑا کام تھا اور شروع میں تو ان لوگوں کو خود بھی یقین نہیں تھا کہ کام ہو سکے گا، بڑے پریشان تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ایسی طاقت عطا فرمائی ہے کہ بالکل جن لگتے ہیں اور جنّوں کی طرح انہوں نے کام کیا دیکھتے دیکھتے اس جگہ کی کایا پلٹ دی۔ جب جلسے کا آغاز ہوا ہے تو ہر چیز نہایت سلیقہ کے ساتھ، انتظام کے ساتھ اپنی اپنی جگہ بچھائی گئی تھی اور معلوم نہیں ہوتا تھا کہ چند دن پہلے اس جگہ کا کیا حال تھا۔

اس کے علاوہ بھی جماعت کے اندر خدمت دین کے لئے مالی قربانی کی روح دن بدن

بڑھتی چلی جارہی ہے۔ وہی جرمنی جہاں آنے والے اس سے پہلے اپنے چندوں میں، سارے تو نہیں مگر ایک حصہ بالکل غافل تھا اور ان کے پاکستان سے آنے کے نتیجہ میں پاکستان کی جماعت کے چندوں پر کوئی فرق نہیں پڑا یہ آپ اندازہ کر لیجئے۔ لیکن جرمنی آکر ان نوجوانوں نے جو خدمت دین کا نمونہ دکھایا ہے وہ حیرت انگیز ہے۔ تقریباً پاکستان کا آدھا بجٹ جرمنی کی جماعت پورا کر رہی ہے اور ہر تحریک میں پیش پیش ہے۔ بہت ہی غریبانہ حالت بھی ہو قربانی کا جذبہ بہت بڑھا ہے اور اتنے ہر وقت مستعد رہتے ہیں لبیک کہنے پر کہ بعض دفعہ مجھے جبراً روکنا پڑتا ہے کہ نہیں اتنی قربانی نہیں میں نے کرنے دینی کیونکہ خدا نے تمہارے اپنے حقوق رکھے ہوئے ہیں۔ تم محنتیں کر کے کچھ کر رہے ہو اپنے لئے، اپنے اہل وعیال کے لئے، اپنے غریب رشتہ داروں کو بھی تم نے بھیجنا ہوگا پیچھے۔ تو روکنا پڑتا ہے لیکن یہ باتیں اس سے پہلے ان لوگوں میں نمایاں نہیں تھیں۔ ایک دبی ہوئی صلاحیت کے طور پر موجود تھی ضرور ایک ایسے خزانے کے طور پر موجود تھی جو مدفون تھا مگر خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے ان خزانوں کو ظاہر کرنا شروع کر دیا ہے اور اس نئے دور میں غیر معمولی طور پر ان غریب مہاجرین کو خدمت دین کی توفیق مل رہی ہے۔

پھر تبلیغ کا ان کو اتنا شوق ہے۔ سب کو تو نہیں لیکن جن کو بھی شوق ہے وہ لاعلمی کے باوجود کے اتنا اچھا کام کر رہے ہیں تبلیغ کا کہ جن لوگوں کو وہ جلسوں پر لے کر آئے ہوئے تھے اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ان سے کتنا متاثر ہیں۔ بہت سے لوگوں نے مجھ سے ذکر کیا ہے بعض لوگ بالکل بے چارے، علم کے لحاظ ان پڑھ تو نہیں کہنا چاہئے مگر کافی علم نہیں رکھتے، زبان کے لحاظ سے بھی کمزور لیکن عربوں کو تبلیغ کر رہے ہیں، ترکیوں کو تبلیغ کر رہے ہیں، جرمنوں کو تبلیغ کر رہے ہیں، یوگوسلاویز کو تبلیغ کر رہے ہیں۔ ان کے اردگرد ایک دوستوں کا جھرمٹ ہے جو ان کے ساتھ بہت پیار کرتا ہے کیونکہ ان کے اندر بعض صلاحیتیں ہیں جس کی وجہ سے وہ دوستی کرتے اور پھر اپنے اندر ایک جذب پیدا کر دیتے ہیں ان کے لئے۔ بعض لوگوں میں یہ جذب خدا تعالیٰ نے ودیعت کیا ہوا ہوتا ہے۔ بعض اس کو مزید جلا بخشتے ہیں اور اس کے بغیر تبلیغ ہو نہیں سکتی۔ چنانچہ ان نوجوانوں کو جرمنی میں میں نے دیکھا ہے۔ ان کے اندر عاجزی ہے، انکسار ہے، پیار اور محبت سے بات کرتے ہیں۔ جانتے ہوئے کہ مخاطب بہت قابل اور بہت بڑا ہے ان سے، بڑی جرأت کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہم تمہیں کچھ دے

سکتے ہیں، ہماری بات مانو۔تو شروع میں تو بعض لوگ تعجب کی خاطر ہی کہ کس قسم کے لوگ ہیں ذرا دیکھیں تو صحیح ان میں دلچسپی لینا شروع کر دیتے ہیں اور پھر آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ تبلیغ کا سلسلہ آگے بڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔

جو ہماری جرمن نومسلموں کے ساتھ اور بعض دیگر قوموں کے ساتھ میٹنگ تھی اس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک سوبیس مہمان شامل تھے اور ان میں سے جو احمدی تھے ان کے اندر اللہ تعالیٰ کے فضل سے اخلاص کا حیرت انگیز معیار تھا اور ابھی سارے تو نہیں آئے بعض جماعتوں کی جماعتیں ایسی تھیں نئی، جرمن جماعتیں جو وہاں شامل نہیں ہو سکیں کیونکہ ان کے لئے اور قسم کی مشکلات اور دقتیں ہیں کہ رخصتوں کے وقت مثلاً ایسٹر کی رخصتوں کے وقت اپنے رواج کے مطابق ان لوگوں نے بچوں کو لے کر سیر پر بھی جانا ہوتا ہے۔اس لئے جلسے میں اس طرح شامل نہیں ہو سکتے جس طرح ہم لوگ خاص طریقے سے شامل ہوتے ہیں۔لیکن رفتہ رفتہ وہ بھی انشاءاللہ جذبہ بڑھے گا مگر یہ ایک سوبیس اکٹھے آدمی دیکھ کر اور جس دلچسپی کے ساتھ انہوں نے اس مجلس میں سوال و جواب کئے تین گھنٹے کا ان کا وقت مقرر کیا تھا اور تین گھنٹے یوں گزر گئے جیسے پتا ہی نہیں لگا کہ وقت کہاں گیا ہے اور ابھی ان کی تشنگی باقی تھی۔تو یہ بھی اللہ تعالیٰ نے اس نئے دور میں جماعت کو اپنے فضل سے ایک ملکہ عطا کیا ہے اور ایک جذبہ بخشا ہے کہ تبلیغ کرنے کا ڈھنگ سیکھیں اور پھر جوش کے ساتھ اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کریں۔

اس کے مقابل پر دشمن کا سارا زور گالیاں دینے پر ہے، آپ کو مرتد قرار دینے پر ہے، آپ کے خلاف سازشیں کرنے پر ہے۔ پاکستان میں جو اس وقت ہو رہا ہے وہ تو آپ جانتے ہیں لیکن مزید ایک لہر دوڑی ہے وہاں شرارت کی اور فتنہ وفساد کی کہ تمام مسجدوں سے ہر قسم کے کلمے مٹا دئے جائیں اور مسجدوں کے گنبد گرا دئے جائیں، مسجدوں کے رخ تبدیل کر دئے جائیں۔کلمہ مٹانے کے لئے جب پولیس آئے تو جتنے احمدی مسجد میں ہیں سب کو گرفتار کر لیا جائے۔ یہ عام سلسلہ چند دن سے شروع ہوا ہوا ہے۔ وہاں سے صدر انجمن کی طرف سے مجھے پیغام ملا ہے کہ آپ گھبرائیں نہیں، پریشان نہ ہوں ہمارے لئے ہم بڑے بہادر ہیں اس معاملے میں کوئی پرواہ نہیں۔ یہ جو چند آدمی گنتی کے آپ نے بعض دیکھے ہیں آپ کو اندازہ ہی نہیں کہ اس قسم کی شکلیں جب ایسے ملک میں نمودار ہوتی ہیں جہاں ان کو کھلی چھٹی ہے ہر قسم کے گند اور بکواس کی اور ہر قسم کی تکلیف دہ صورتحال پیدا کرنے کی۔ جہاں فساد کی ان کو

اجازت ہے، جہاں قتل و غارت کی تلقین کی ان کو اجازت ہے، جہاں پتھراؤ کرنے کی ان کو اجازت ہے، جہاں مسجدیں جلانے کی ان کو اجازت ہے وہاں یہ شکلیں کس رنگ میں، کس بھیانک صورت میں ظاہر ہوتی ہوں گی۔ وہاں جماعت احمدیہ کا یہ کردار کہ آپ ہماری پرواہ نہ کریں ہم بالکل خدا کے فضل سے قائم ہیں اور ثبات قدم ہمیں نصیب ہوا ہوا ہے۔ ہم بڑی ہمت کے ساتھ خدا تعالیٰ سے دعائیں کرتے اس ابتلا میں سے گزر رہے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ خدا ہمارے ساتھ ہے اس لئے ہمارا کوئی مستقل نقصان نہیں کر سکتا۔ یہ پیغام وہاں سے آتے ہیں گویا اس کے کہ مجھے ضرورت پڑے کہ ان کو صبر کی تلقین کروں ان کو میرا فکر ہے اور باہر کی جماعتوں کا فکر ہے وہ ہمارے غم میں اتنی زیادہ فکر مند نہ ہو جائیں۔

یہ ساری علامتیں ہیں زندگی کی اور خدا تعالیٰ کی طرف سے جس کو امام مقرر کیا گیا ہو اس کے سوا اس مادہ پرستی کی دنیا میں یہ معجزہ دکھا ہی نہیں سکتا کوئی۔ ناممکن ہے ایک عام انسان کے لئے کہ اسی مٹی کو پکڑے اور اسی ضمیر سے ایک نئی روح والی، ایک زندہ جماعت پیدا کر دے جو پرندوں کی طرح آسمان کی بلندیوں میں اڑنے کی طاقت رکھتے ہوں۔ یہی مسیحیت کا معجزہ ہے جو کسی نہ کسی شکل میں پہلے بھی نمودار ہوا تھا لیکن حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی برکت سے مسیح محمدی کے ہاتھوں بہت بڑی شان کے ساتھ یہ دنیا میں رونما ہو رہا ہے اور دنیا کے ہر ملک میں رونما ہو رہا ہے۔

افریقہ میں میں نے جا کے دیکھا۔ وہاں کی جماعت کے اندر ایک ایسا خدا تعالیٰ کے فضل سے روحانی انقلاب آیا ہوا ہے کہ اردگرد کے لوگوں کے مقابلہ پر وہ ایک نئی مخلوق معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ بعینہ یہی بات وہاں کے بعض افسروں نے مجھ سے کہی کہ ہم تو حیرت سے دیکھتے ہیں کہ آپ لوگ ہمارے اردگرد بسنے والے لوگوں میں کیسی پاک تبدیلی کرتے ہیں کہ نئے لوگ بن جاتے ہیں اور ان کے سارے رجحانات خدمت کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ نہ کوئی تخریب کاری، نہ کوئی جرم، نہ کسی اور کو کسی رنگ میں تکلیف دینا بلکہ لوگوں کے دکھوں کے ازالہ کرنا، ان کی خدمت کرنا اور ملک کی بھی خدمت، قوم کی بھی خدمت۔ ہر رنگ میں یہ لوگ وقف ہیں اس کام کے لئے کہ ان کے ذریعے کسی نہ کسی رنگ میں دوسروں کو فیض پہنچے۔ اور یہ فیض رسانی اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں کم ہونے کی بجائے بڑھ رہی ہے اور اس کا دائرہ پھیل رہا ہے۔ یہ ایک بہت بڑی چیز ہے جس کی طرف میں آپ کو متوجہ کرتا ہوں کہ اس کو آگے بڑھاتے رہے ہیں اور اس کو زندہ رکھنا ہمارا فرض ہے۔

جب تک آپ فیض رساں رہیں گے قرآن کریم کا یہ فتویٰ آپ پر صادر آتا رہے گا کہ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران:۱۱۱) تم چونکہ بنی نوع انسان کی بہبود کے لئے وقف ہو اس لئے تم دنیا کی بہترین امت ہو اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف منسوب ہونے کا حق کسی کو مل ہی نہیں سکتا جب تک وہ بہترین امت نہ بنے کیونکہ جو رسولوں میں بہترین ہے اس کی طرف منسوب ہونے کا سچا حق صرف اس کو نصیب ہو سکتا ہے جو بہترین امت ہو۔ اس لئے دونوں چیزیں لازم وملزوم ہیں۔ اس کو آپ خوب پیش نظر رکھیں کہ اپنے فیض کو بڑھانے کی کوشش کریں اور جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو فیض رسانی کے جذبے عطا کئے ہیں انہیں مزید آگے بڑھائیں اور مزید نوجوانوں کو فیض رسانی کے کاموں میں ساتھ شامل کریں۔ اس سے ان کے اندر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک نئی پاکیزہ زندگی پیدا ہوگی۔

اس دور میں جماعت احمدیہ نے ایک سو سال کا عرصہ گزر چکا ہے کیا کچھ کھویا ہے، کیا کچھ پایا ہے اس پر اگر آپ نظر کرتے ہیں تو بعض چیزوں کے لحاظ سے بڑی فکر پیدا ہوتی ہے۔ میں خطبوں میں بار بار یاد بھی کراتا ہوں کہ اپنی اخلاقی قدروں کو بلند کریں، اپنی بعض صلاحیتیں جن کو آپ نے کھویا ہے ان کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کریں لیکن بعض دوسری صورتوں کے لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ جماعت نے بہت کچھ پایا بھی ہے اور پہلی صدی گویا اس صدی کے سر پر جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جماعت کو از سرِ نو مردوں میں سے زندہ کر رہے تھے اس وقت ابھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم بعض پہلوؤں سے پوری طرح جذب نہیں ہوئی تھی اور وہ انقلابی تبدیلیاں جو وقت چاہتی ہیں وہ ابھی جماعت میں پیدا نہیں ہوئی تھیں۔ چندے کا نظام آپ دیکھ لیجئے۔ باوجود اس کے کہ تقویٰ کے بہت اعلیٰ معیار پر وہ لوگ تھے لیکن چندے کے لئے کوئی باقاعدہ منظّم قربانی کرنے کے لئے ابھی ان کے اندر نہ صلاحیت موجود تھی نہ اس کے انتظامات موجود تھے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریک پر کسی نے سب کچھ پیش کر دیا کسی نے کچھ پیش کیا۔ بڑے خلوص کے ساتھ پیش کیا لیکن منظّم طور پر یہ کہنا کہ جماعت کی بھاری اکثریت ان خدمت کے کاموں میں شامل تھی یہ بالکل غلط بات ہوگی۔ آج ہم کہہ سکتے ہیں کہ بہت ملک ایسے ہیں جہاں جماعت کی بھاری اکثریت خدمت دین کے لئے مالی قربانی میں پیش پیش ہے۔ اب یہ وسعت جو ہے

نیکی کو یہ ایک بہت بڑا حاصل ہے ہمارا جو ایک سو سال میں ہمیں ملا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ۔

اسی طرح وقار عمل کے کام ہیں مثلاً اور کئی قسم کے شعبے ہیں جن میں جماعت احمدیہ کوئی صلاحیتیں بخشی گئیں ہیں۔ قوت وہی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے جاری ہوئی یعنی تقویٰ کی قوت۔ اسی کو نئے نئے پھل لگ رہے ہیں لیکن پھلوں کے وقت ہوتے ہیں، موسم ہوتے ہیں۔ بعض درخت کچھ دیر کے بعد پھل دیتے ہیں۔ بعض جلدی دیتے ہیں۔ تو تقویٰ کی علامتیں ظاہر کرنے والا پہلا درخت تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں اس طرح پھل پھول لایا ہے، اس طرح اس نے نشوونما کی ہے کہ بہار کا سماں پیدا کر دیا ہے اور اس پہلو سے میں سمجھتا ہوں کہ جماعت کو یاددہانی کی ضرورت ہے۔ لیکن دیرپا اثر کرنے والے تقویٰ کے جو پھل تھے لیکن دیر سے نمودار ہونے والے جو تقویٰ کے پھل تھے وہ آج ہم میں لگ رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے۔ اس لحاظ سے جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے اب یقینی طور پر زندگی پر قائم ہے۔

پچھلے دنوں یہاں انگلستان میں کینیڈا کے ایک بہت مشہور پروفیسر جو اپنی یونیورسٹی میں مذہب کے ڈیپارٹمنٹ میں ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ ہیں۔ وہ پاکستان جاتے ہوئے ایک دن کے لئے لندن ٹھہرے اور مجھ سے بھی انہوں نے باتیں کیں۔ پھر احمدی دوستوں سے اردگرد ملے۔ ربوہ جا کر بھی اور پاکستان میں مختلف شہروں میں جا کر انہوں نے جماعت کے ساتھ بھی رابطہ پیدا کیا۔ منہدم مساجد بھی دیکھیں، مساجد کی پیشانیوں سے کلمہ مٹانے کے داغ بھی دیکھے، اسیروں سے بھی ملاقاتیں کیں، غیروں سے بھی ملاقاتیں کیں۔ گویا کہ پورا جائزہ لے کر وہ واپس کینیڈا پہنچے ہیں اور کینیڈا پہنچ کر انہوں نے ایک انٹرویو دیا وہاں کے سب سے زیادہ ہر دلعزیز ریڈیو کے اوپر اور یہ ابھی پہلا ہے اس سلسلہ کا اور بھی وہ ٹیلی ویژن وغیرہ کے ذریعے اپنے تاثرات سارے ملک تک پہنچائیں گے۔ اس انٹرویو کی نقل ایک احمدی دوست نے مجھے بھجوائی جو آتی دفعہ میں نے کار میں لگا کر سنی اور اس میں ایک بہت ہی دلچسپ بات جس کا آج کے مضمون سے تعلق ہے انہوں نے یہ بیان کی کہ جماعت احمدیہ یہ لوگ، ان کے غیر، ان کے دشمن، سازشی جس طرح بھی چاہیں دیکھیں اور جتنا چاہیں کہیں یہ اسلام سے دور، کٹے ہوئے اور مرتد ہیں مگر جو میں دیکھ کے آیا ہوں میرے نزدیک اسلام کی زندگی کا انحصار اس جماعت پر ہے۔ اسلام اسی جماعت کے ذریعے دنیا میں پھیل سکتا ہے، اسی میں وہ طاقت

ہے، وہ جذبہ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میرا خیال تھا سو سال گزر چکے ہیں اور سو سال کے اندر اس جماعت میں غفلت اور کمزوری اور بے دلی کے آثار پیدا ہو چکے ہوں گے۔ سو سال لمبی مخالفت برداشت کرنا اور پھر Minority اقلیت رہنا اور بے طاقت رہنا۔ یہ ایسی چیزیں ہیں جس کے نتیجہ میں وہ سمجھتے تھے، انہوں نے اس کا اظہار کیا کہ اب تک میں سمجھتا تھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں جو لٹریچر سے جماعت کا جوش وخروش اور امام سے محبت اور دینی کاموں میں شغف اس سے جو تاثر ملتا ہے یہ انہوں نے بیان کیا کہ میں سمجھتا تھا کہ اب بہت ہی اس میں کمی آچکی ہوگی۔ اس نے کہا پہلا شاک (Shock) تو مجھے لنڈن جا کے پہنچا، حیرت انگیز سرپرائز (Surprise) ملی کہ وہاں میں نے جس احمدی سے بات کی اس میں سب سے نمایاں چیز اپنے امام سے محبت تھی۔ حیرت انگیز چیز تھی کہ اس دنیا میں کوئی شخص بغیر رشتے کے کوئی کسی شخص کے ساتھ ایسی محبت رکھ سکتا ہے اور ایسی عقیدت رکھتا ہے پتا لگا وہاں بھی یہی حال۔ کہتے ہیں پھر میں پاکستان گیا اور وہاں جا کر بھی میں نے دیکھا کہ یہ جماعت تو بالکل اسی طرح زندہ ہے جس طرح سو سال پہلے تھی۔ کوئی اس میں موت کے آثار نہیں اور یہی وجہ ہے کہ جماعت کا ہر فرد اس یقین سے بھرا ہوا ہے کہ جو چاہے ہو جائے آخری فتح یقیناً ہماری ہے۔ اس نے یہ تو نہیں کہا اپنی طرف سے کہ ہوگی لیکن اس طرح ملا کر دونوں باتوں کو پیش کیا ہے جس سے ہر معقول آدمی اندازہ کر سکتا ہے کہ ضرور انہی کی فتح ہوگی جو سو سال میں مرنے کی بجائے اور بھی زیادہ جوشیلے ہو گئے ہیں اور انتہائی مصائب کے وقت ان کے اندر خدمت کا جذبہ پہلے سے بھی بڑھ گیا ہے۔ ایسی جماعت کو دنیا میں کون کہہ سکتا ہے کہ وہ ناکام ہوگی۔

چنانچہ بہت ہی اچھا ان کا دلچسپ انٹرویو ہے لیکن اس کے علاوہ اپنے خط میں بھی جو انہوں نے اظہار کیا ہے بہت ہی دل پر اثر کرنے والا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ وہاں میرے لئے مشکل ہو جاتا تھا جماعت کے لوگوں کو مل کر اپنے جذبات پر کنٹرول کرنا کیونکہ بہت ہی حیرت انگیز اس جماعت میں اخلاص اور اپنے عقیدے اور اپنے مقصد سے پیار ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس پیار کو ہمیشہ زندہ رکھے اور آگے بڑھاتا رہے۔ یہی آپ کی زندگی کی علامت ہے۔ ان لوگوں میں جو باہر آپ نے شور سنے ہیں کچھ بھی نہیں۔ دن بدن مردہ ہوتے جا رہے ہیں اور ان میں یہ جو طاقت تھی پہلے نفرتیں پھیلانے کی وہ بھی کمزور پڑتی جا رہی ہے۔ زیادہ گند بولتے ہیں اور کم لوگ ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کمی کو پورا

کرنے کے لئے اور زیادہ گند بولتے ہیں اور زیادہ بغض کا اظہار کرتے ہیں اور پھر جہالت کی حد یہ ہے کہ پتا ہی نہیں کہ دنیا میں اچھی چیزیں ہیں کیا اور کس بات پر رشک کیا جاتا ہے۔ ربوہ سے جو ابھی رپورٹ ملی ہے چند دن پہلے آنحضرت ﷺ کی سیرت کے نام پر جلسہ سے اور اس میں جوان کا تصور ہے بڑائی اور عظمت کا وہ آپ اندازہ کریں کہ کیا ہے۔ کس طرح یہ جماعت احمدیہ کو جلانا چاہتے ہیں، جماعت احمدیہ کو حسد کی آگ میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں کی حلوہ کی دیگیں وہاں چڑھائی ہوئی تھیں اور بار بار یہ نظم پڑھی جاتی تھی سٹیج سے کہ حلوے مانڈے چاڑاں گے اور مرزائیاں نوں ساڑاں گے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تمہارے حلووں سے جماعت احمدیہ کے جلنے کا کیا تعلق ہے۔ ساری دنیا میں اللہ تعالیٰ عظمتیں عطا فرما رہا ہے وسعتیں عطا فرما رہا ہے۔ غیروں کی نظر میں جماعت احمدیہ کا مرتبہ اور مقام بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ خدا کے فرشتے تائیدیں کر رہے ہیں نئے نئے ممالک میں جماعت احمدیہ جھنڈے گاڑ رہی ہے۔ ایسے ایسے حیرت انگیز انقلاب برپا ہو رہے ہیں کہ پرسوں کی بات ہے افریقہ کے ایک ملک کی بہت ہی بڑی شخصیت کا مجھے فون ملا۔ جو اس ملک کی بہت بڑی اور معروف شخصیتوں میں سے ایک شخصیت ہے۔ مجھے تعجب ہوا کہ کس طرح آپ نے فون کیا۔ انہوں نے کہا میں نے فون اس لئے کیا ہے کہ آپ کے دورے کا اتنا Impact ہوا ہے ہمارے ملک پر کہ آج میں نے سوچا کہ میں ضرور مبارک باد کا فون کروں۔ جس جماعت کو اللہ تعالیٰ ایسی عظمتیں عطا کر رہا ہے، نئے رستے کھول رہا ہے ترقیات کے ان کو یہ ایک ناقابل برداشت عذاب ہوگا، ان کے لئے ایک تکلیف ہوگی کہ ربوہ نے کچھ مولویوں نے حلوہ کی دیگیں چڑھائی ہیں۔ انا للہ۔ یہ ان کی دماغی حالت، یہ ان کی پہنچ، یہ ان کے تصور کی چھلانگ۔ انہوں نے کیا دنیا میں کرنا ہے۔ جو کچھ کرنا ہے آپ نے کرنا ہے۔ تھوڑے بھی ہیں لیکن وہ تھوڑے ہیں جن کے اندر قومیں بننے کی صلاحیتیں پائی جاتی ہیں۔ آپ ان لوگوں کے غلام اور ان لوگوں کی صلاحیتیں رکھنے والے، ورثہ میں پانے والے ہیں جن میں ایک ایک کو خدا نے امت قرار دیا ہے۔ اس لئے ہرگز بالکل اپنا دل میلا نہ کریں۔ خدا نے ترقیات کے لئے، خدا نے عظمتوں کے لئے، خدا نے فتح و ظفر کے نشانوں کے لئے آپ کو پیدا کیا ہے۔ ہاں اپنی صلاحیتوں کو زندہ رکھیں جو دنیا کو فیض پہنچانے کی صلاحیتیں ہیں۔ اسی میں آپ کی زندگی، اسی میں آپ کی بقا، اسی میں آپ کے غلبہ کی ضمانتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔